جناب محمد مظہر الدین صدیقی

اسلام اور اجتماعی ملکیت

اجتماعی ملکیت کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کے متعلق بیحد غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں مسلمانوں کا جو طبقہ اشتراکیت سے متاثر ہے وہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام روسی اشتراکیت کی طرح انفرادی ملکیت کو قطعًا ناجائز قرار دیتا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کو وہ فنی، معاشی اور انتظامی وسائل میسر ہوتے جو اس زمانہ کی حکومتوں کو حاصل ہیں تو وہ انفرادی ملکیت کو بالکل ختم کر دینے سے دریغ نہ کرتے۔ یہ ان لوگوں کا قیاس محض ہے جس کے لئے وہ کوئی سند یا دلیل نہیں پیش کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف ایک انتہا پسند گروہ اتنی شد و مد سے انفرادی ملکیت کی حمایت کر رہا ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ انفرادی ملکیّت بھی روزہ نماز اور حج و زکوٰۃ کی طرح ارکانِ اسلام میں داخل ہے اور اگر ملکیت کے ذاتی اور خانگی حق کو کوئی صدمہ پہونچے گا تو خدانخواستہ اسلام بھی اس کے ساتھ ڈوب جائے گا۔ یہ دونوں گروہ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ میں انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے مسائل اس صورت میں نہیں پیش آئے تھے جس میں یہ مسائل آج کل ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے اسلام نے نفیاً یا اثباتاً ان کے متعلق کوئی صاف اور صریح حکم نہیں دیا ہے اور ملّت کو آزادی دیدی ہے کہ وہ اسلام کے عمومی مزاج کا لحاظ کرکے احالات اور وقت کے مطابق جیسا چاہے عمل کرے۔ البتہ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ انسان کی انفرادی اور شخصی آزادی قائم رکھنا چاہتا ہے اور ان میں فکر و عمل کی حریّت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ غیر ضروری جکڑ بندیوں کو خواہ کسی دائرہ میں ہوں ناپسند کرتا ہے۔ اور انسانوں پر صرف اتنے ہی قیود عائد کرتا ہے جو تمدّنی اور معاشی زندگی کے لئے بالکل ناگزیر ہوں۔ چنانچہ خود قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ انسانوں کو ان بیجا پابندیوں اور غیر ضروری قواعد اور قوانین کی بندشوں سے آزاد کرانے تشریف لائے ہیں جو انہوں نے مصنوعی طور سے اپنے اوپر لگا رکھے ہیں۔ ایسا دین کسی ایسے نظام معاشی کو روا نہیں رکھ سکتا ہے جس میں تمام انسانوں کو اسٹیٹ کا غلام بنا دیا جائے اور ان کے وسائل رزق ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک اجتماعی ادارہ کے تفویض کر دئے جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ انسان اپنی انفرادی آزادی اور حقوقِ ملکیت کا غلط استعمال بھی کر سکتا ہے اور انفرادی ملکیت کے قیام میں اس خطرہ کی بڑی گنجائش ہے لیکن انسان کو حیوانیت کے مرتبہ سے بلند کرکے اور اپنے آزاد اختیار کے مطابق عمل کرنے کی آزادی

دے کر خود خالقِ کائنات نے یہ خطرہ مول لیا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو انسان کو بھی دوسرے موجودات کی طرح مجبور و مضطر بنا دیتا۔ اس کے علاوہ دنیا میں انفرادی آزادی کا قیام ارتقائے شخصیت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اور چونکہ کمیونسٹ نظام میں انسان کے انفرادی حقوق کو جو ذاتی ملکیت کی بنیاد ہی پر قائم رہ سکتے ہیں بالکل سلب کر لیا گیا ہے اس لئے ایسے معاشرہ میں ارتقائے شخصی کے امکانات بہت محدود ہیں۔ اسلام اس کے برخلاف انفرادی آزادی اور ارتقائے شخصیت کے زیادہ سے زیادہ مواقع بہم پہونچانا چاہتا ہے اور انفرادی حقوق پر اسی صورت میں ہاتھ ڈالتا ہے جب ان کے غلط استعمال سے دوسرے افرادِ انسانی کی مساوی آزادی متاثر ہو یا ان کی شخصیت کے ارتقاء میں موانع پیدا ہوں۔ ان تمام اسباب کی بنا پر اسلام نے ذاتی ملکیت کے بنیادی حق کو تسلیم کیا ہے اور اس حق کو وہ زیادہ سے زیادہ وسیع دائرہ میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے باوجود اس نے ذاتی ملکیت کے حق کو لامحدود نہیں قرار دیا ہے اور معاشرہ کے حقوق کی حفاظت کے لئے ذاتی ملکیت پر بعض پابندیاں بھی لگائی ہیں۔ ان پابندیوں اور تحدیدات کا دائرہ کتنا وسیع ہو سکتا ہے جو اسلام نے انفرادی حقِ ملکیت پر عائد کی ہیں اس کا دار و مدار انسان کے اپنے رویّہ اور طرزِ عمل پر ہے جس سوسائٹی میں لوگوں کی اکثریت ذاتی ملکیت کے حق کو غلط طور پر استعمال کرتی ہے اور اس غلط استعمال کی وجہ سے دوسرے افراد کے یکساں حقوق کو صدمہ پہونچتا ہے یا ان پر ظلم ہونے لگتا ہے وہاں لازماً انفرادی ملکیّت کا دائرہ محدود کرنا ہوگا۔ البتہ جہاں انسان اخلاقی احساس سے اتنا بیگانہ نہ ہوا ہو کہ وہ انفرادی ملکیّت کے حق سے ناجائز فائدہ اُٹھانے لگے وہاں انفرادی ملکیت کا دائرہ نسبتاً وسیع ہوگا۔ اس طرح اسلام میں انفرادی ملکیّت کی آزادی اور تحدید کا دار و مدار وقت کے حالات و مقتضیات اور انسان کے اخلاقی احساسات کی نشو و نما پر ہے۔ وہ نہ کمیونسٹوں کی طرح اجتماعی ملکیت کے اصول کو ابدی۔ ناقابلِ تغیّر۔ امٹ اور جزوِ دین سمجھتا ہے نہ ہی بعض اسلامی جماعتوں کی طرح انفرادی ملکیت کو دین کا بنیادی رکن خیال کرتا ہے جس کا توڑنا عمارتِ دین کو ڈھا دینے کے برابر ہو۔ اسلام ایک طرح کا درمیانی راستہ تجویز کرتا ہے جس میں حالات و مصالح کے اقتضا کے لحاظ سے انفرادی ملکیّت کے دائرہ کو وسیع یا تنگ کیا جا سکے۔ اس کے نقطۂ نظر سے نہ تو افراد کی ذاتی ملکیّت کا حق لامحدود ہے اور نہ اسٹیٹ کا حق تحدیدِ ملکیّت لامحدود ہے۔

اس بنیادی نکتہ کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسلام نے اجتماعی ملکیت کو کن حدود میں جائز رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور حدیث تو وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آگ۔ چارہ اور پانی میں سب لوگ برابر کے شریک ہیں۔ الناس شرکاء فی الماء والکلاء والنار۔ لیکن ان تینوں کے علاوہ بعض اور چیزیں بھی ہیں جن کو انفرادی ملکیت قرار دینے سے نقصانِ عام کا اندیشہ ہے۔ ان اشیاء کے بارے میں فقہاء نے

لکھا ہے:

ملک احد بالاحتجار ملک منه فضاق علی الناس فان اخذ العوض عنه اغلاه فخرج عن المواضع الذی وضعه الله من تعمیم ذوی الحوائج من غیر کلفة۔ (المغنی)

اگر احاطہ بندی کر کے کوئی اس کا مالک ہو جائے تو لوگوں کو اس سے روکے گا اور عوام ضیق اور تنگی میں مبتلا ہو جائینگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق تعالےٰ نے جس غرض کے لئے اس چیز کو جو مقام عطا فرمایا ہے وہ چیز اس سے ہٹ جائے گی اور عام لوگوں کی ضروریات بغیر تکلیف کے پوری نہوں گی۔

علامہ ابن قدامہ نے اس سلسلہ میں حسب ذیل چیزوں کا ذکر کیا ہے جنہیں اجتماعی ملکیت قرار دیا جا سکتا ہے:

المعادن الظاهرة وهی التی یوصل ما فیها من غیر مؤنة ینتابها الناس و ینتفعون بها کالملح والماء والکبریت والقیر والمومیاء والنفط والکحل والیاقوت ومقاطع الطین واشباه ذلک۔

ظاہری معادن، ان کو کہتے ہیں جن تک بغیر کسی محنت اور مشقّت کے رسائی حاصل ہو سکے۔ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ان پر جاری ہو اور لوگ ان سے نفع اٹھاتے ہوں مثلاً نمک گندھک ڈانبر مومیائی مٹی کا تیل یا سرمہ اور یاقوت۔

علامہ لکھتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے ان چیزوں کو اجتماعی ملکیّت قرار دیا جا سکتا ہے:

لا تملک بالاحیاء ولا یجوز اقطاعها من الناس ولا احتجارها دون المسلمین لان فیه ضربه بالمسلمین وتضیقا علیهم۔

نہ آباد کرنے اور نہ حکومت سے جاگیر ملنے کی وجہ سے ان چیزوں کا کوئی مالک ہو سکتا ہے اور نہ جائز ہے کہ عام مسلمانوں پر اس سے استفادہ کی راہ بند کر دی جائے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہونچے گا اور ان پر تنگی ہو گی۔

ظاہری معادن کے علاوہ بعض فقہا نے اجتماعی ملکیت کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

لیس للامام ان یقطع ما لا غنی المسلمین عنه یعنی اذا کانت اجمته او غیضته او بحو لیشربون منه او محلته لاهل بلدٍ فلیس للامام ان یقطع ذلک۔

ایسی چیزیں جن سے عموماً مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتے ہیں یعنی ان کی عام ضرورت ہو تو حکومت کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی خاص آدمی کو انہیں بطور جاگیر دیدے۔ مثلاً آبی نیستان ہو یا جنگل ہو یا دریا ہو جس سے پانی پیتے ہیں یا نمک بنانے کی جگہ ہو جائز نہ ہوگا کہ امام کسی کو یہ چیزیں جاگیر میں دیدے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے ظاہری معادن کو جو سطح زمین کے قریب ہوں اجتماعی ملکیت قرار

دینے کا فتوےٰ دیا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

لا شک ان المعدن الظاهر الذی لا یحتاج الی کثیر عمل اقطاعه لواحد من المسلمین اضرار وتضییقاً علیهم۔	کوئی شک نہیں کہ ظاہری معادن جس کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے انہیں ایک مسلمان کی ملکیت میں دیدینا عام مسلمانوں کے لئے تنگی کا باعث ہوگا۔

ان تمام اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اہل الرائے طبقہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ انفرادی ملکیت ایسی اشیاء پر تسلیم نہیں کی جا سکتی ہے جو عام ضروریات سے متعلق ہوں اور جنہیں افراد کی ملکیت میں دیدینے سے آبادی کے ایک کثیر حصہ کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یہ اصول معدنی اشیاء سے بطور خاص متعلق ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی عہد میں معدنی اشیاء کی اہمیت اجتماعی نقطۂ نظر سے اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی آج کل ہے اور اس زمانہ میں بہت سی چیزیں مثلاً پٹرول وغیرہ سے عوام کی ضروریات متعلق نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے موجودہ زمانہ میں اجتماعی ملکیت کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع ہوگا جتنا فقہاء اور علماء کی آرا کے لحاظ سے ہونا چاہیئے تھا۔

جہاں تک معادن کا تعلق ہے ہمیں اس بارے میں ایک حدیث بھی ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر معدنیات پر ذاتی ملکیت کا اصول قائم ہو گیا، تو اس سے عام مسلمانوں کو نقصان پہونچے گا۔ چنانچہ مجمع الزوائد جلد ۴ میں حسب ذیل روایت ملتی ہے :

عن رجل من بنی سلیم عن جده ان اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم بفضة فقال هٰذه من معدن لنا فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم سیکون معادن یحضرها شرار الناس۔	بنی سلیم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے چاندی کا ایک ٹکڑا پیش کر کے کہا کہ یہ ہماری کان کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب معادن پر شریر لوگ قابض ہو جائیں گے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اسلامی عہد میں معادن پر انفرادی ملکیت قائم ہو جانے سے اتنے شدید نقصانات کا اندیشہ نہیں تھا جتنا آج کل ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں کانوں کی صرف اس پیداوار سے استفادہ کیا جا سکتا تھا جو سطح سے قریب ہوتی تھی۔ اس وقت ایسے ترقی یافتہ آلات و مشینیں موجود نہیں تھیں جن سے معادن کی گہرائیوں تک پہنچ کر ان کی دولت باہر نکالی جا سکتی۔ آج کل کے ترقی یافتہ صنعتی دَور میں یہ عمل آسان ہے اس لئے یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اگر سونے چاندی یا لوہے اور فولاد وغیرہ کی کانوں کو افراد کی ملکیت میں دے دیا جائے تو وہ اس سے نہ صرف

بے اندازہ دولت پیدا کرلیں گے بلکہ حکومت کو تسکیک زر اور دفاعی کاموں میں اس اجارہ داری کے باعث بے انتہا دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آج کل کی حکومتوں کو جس پیمانہ پر دفاعی تیاریاں کرنی پڑتی ہیں ان کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام معدنیات اسٹیٹ کی ملکیت میں آجائیں جو براہِ راست دفاعی سرگرمیوں سے متعلق ہیں۔ ایسی اشیاء کو انفرادی ملکیّت میں چھوڑ دینے سے جنگ کی صورت میں بڑے زبردست نقصانات اور خطرات کا اندیشہ ہے۔ غرضکہ جملہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ دعوےٰ کیا جا سکتا ہے کہ ملک کی تمام معدنی دولت اسلامی اصولوں کی رُو سے اجتماعی ملکیّت کے دائرہ میں آتی ہے۔

اور یہ کہنا صریحاً غلط ہے کہ اسلام میں اجتماعی ملکیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ اسلامی نقطۂ نظر سے اجتماعی ملکیت کو بالکل ناجائز قرار دیتے ہیں انہیں اپنے مقدمات کی بنا پر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ریل۔ ڈاک اور تار وغیرہ کے انتظامات بھی اسٹیٹ کے قبضہ میں نہیں ہونا چاہئیں۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اجتماعی ملکیت کی تعریف میں آتی ہیں اور ان کا انتظام دوسرے طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً بعض ملکوں میں کچھ زمانہ پہلے ڈاک۔ تار اور بجلی کی بہم رسانی کا انتظام بھی خانگی کمپنیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اگر اجتماعی ملکیت اصولِ اسلام کی رُو سے بالکل ناجائز ہے تو ان امور کے انتظام کو پھر سے افراد کے سپرد کر دینا پڑے گا۔

اجتماعی ملکیت کے مخالفین کی ایک آخری دلیل یہ ہے کہ اسلامی نظام کے تحت خدا پرستی کی تعلیم اور اخلاقی اقدار کی اشاعت سے انسانوں کی تمدّنی اور معاشرتی روش میں اتنا زبردست انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد پھر انفرادی ملکیّت کے ناجائز اور غلط استعمال کا خطرہ ناپید ہو جائے گا۔ اور لوگ اپنے حقوقِ ملکیّت کو اس طرح کام میں لائیں گے جس سے سوسائٹی کو نقصان کی جگہ نفع پہنچے گا۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ اگر خدا کی حاکمیت اور آخرت کی زندگی کا عقیدہ انسانی اعمال کا محرک بن جائے تو اس سے ان کی سیرت میں ایک بڑا انقلاب پیدا ہو جائے گا لیکن انسانی اخلاق کی یہ ترقی اور فضیلت جس طرح انفرادی ملکیت کے اصول کو کامیاب بنا سکتی ہے اسی طرح اجتماعی ملکیت کے نظام کو بھی درست حالت میں رکھ سکتی ہے جس نظام کے کارکن اللہ تعالےٰ کی فرمانروائی اور آخرت کی جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہوں وہ یقیناً ان خرابیوں اور ناانصافیوں سے پاک ہوگا جن سے آج اہلِ دنیا تنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن سیرت کی یہ پاکیزگی اور خدا ترسی کی یہ روح دونوں نظامات میں پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ انفرادی ملکیت کے تحت تو خدا پرستی کی تعلیم و تربیت مطلوبہ نتائج پیدا کریگی۔ لیکن اجتماعی ملکیّت کے نظام میں یہی تعلیم و تربیّت اُلٹے اثرات کا موجب بن جائے گی۔ اس لئے انفرادی ملکیّت اور اجتماعی ملکیت کے اصولوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمیں اخلاقی اقدار اور مذہبی تعلیم و تربیت کے اثرات سے قطع نظر کرنا پڑیگا

کیونکہ یہ تعلیم و تربیت دونوں نظامات میں یکساں نتائج پیدا کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح ہم کمیونزم کے اس دعوے کی تردید کرتے ہیں کہ محض اجتماعی ملکیت کے قیام سے انسانی اخلاق و سیرت کے سانچے بدل جائیں گے یا خانگی ملکیت کی منسوخی کے ساتھ ہی تمام آدمی فرشتہ بن جائیں گے اور خود غرضی، نفع پرستی اور دیگر رذائل اخلاق کا وجود دُنیا سے مٹ جائے گا اسی طرح ہم یہ کہنے پر بھی مجبور ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی حاکمیت اور آخرت کا عقیدہ تمام انسانوں پر یکساں شدّت کے ساتھ کارفرما نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو اس عقیدہ سے ٹھیک سیرت بنایا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ معاشرہ کا ہر فرد ایمان و یقین کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے جہاں اس کے اندر سے خود غرضی اور نفس پرستی کے جذبات یکسر مفقود ہو جائیں۔ اس لئے یہ توقع کرنا صحیح نہیں ہے کہ اسلامی تعلیم و تربیت کا وسیع پیمانہ پر انتظام کر لینے کے بعد سوسائٹی کا کوئی شخص انفرادی ملکیّت کے حق کا ناجائز استعمال نہیں کریگا البتہ یہ صحیح ہے کہ جو معاشرہ اسلامی عقیدۂ توحید و آخرت کی روح سے معمور ہوگا وہ کمیونسٹ نظام کے مقابلہ میں یقیناً زیادہ خیر اور انصاف پیدا کرے گا۔

اسلام کا معاشی نظریہ

مصنّفہ محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت ایک روپیہ ۸ر

اسلام اور مسئلہ زمین

مصنّفہ پروفیسر محمود احمد

قیمت تین روپے ۸ر

مسئلہ اجتہاد

مصنّفہ محمد حنیف ندوی

قیمت دو روپے ۸ر

تہذیب و تمدّن اسلامی

مصنّفہ رشید اختر ندوی

حصّہ اوّل پانچ روپے۔ دوم چھ روپے آٹھ آنے۔ سوم چھ روپے ۱۲ر

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور